



بسیلے تقریبات پندرھویں صدی ہجری

عالم اسلام — دور حاضر میں

قومی کانفرنس  
برائے  
تاریخ و ثقافت

افتتاحی خطاب

صلی علیکم جنرل محمد ضیار الحق

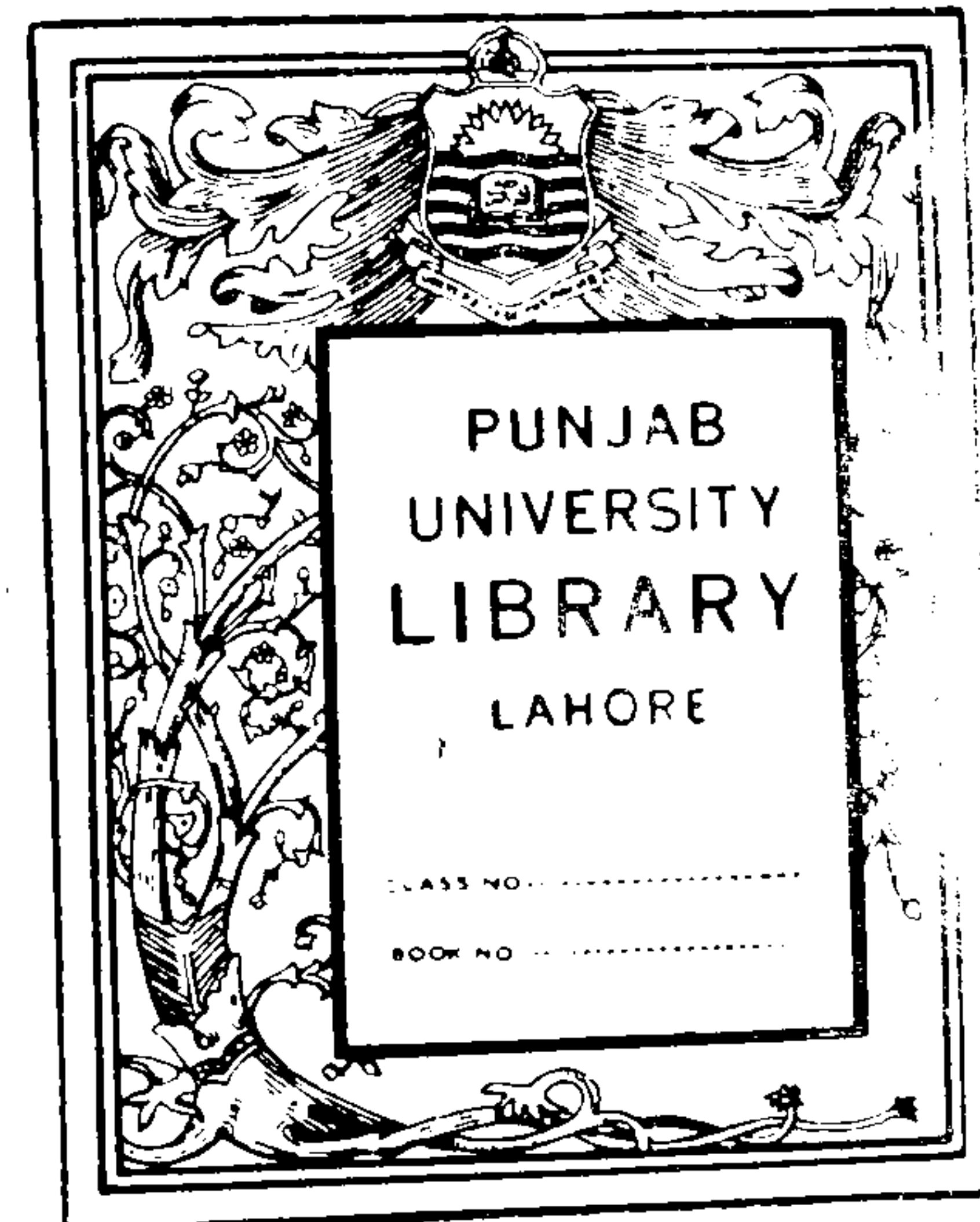
3841

اسلام آباد - ۳ جولائی ۱۹۸۰ء

ذخیرہ جزاہ میاں محمد حبیل احمد قپوری نقشبندی مجددی

جو 2001ء میں صاحب نے

پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو عطا فرمایا



S-369 -Punjab University Press 10,000 29-1-2003



بسیلہ تقریبات پندرھویں صدی بھری

عالم اسلام — دور حاضر میں

قومی کانفرنس

برائے  
تاریخ و ثقافت

افتتاحی خطاب

صدرِ مملکت جنرل محمد ضیاء الحق

اسلام آباد۔ ۳ جولائی ۱۹۸۰ء



87091

~~69301~~

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ النَّبِيِّنَ لِمَ

صد سال تقریباتِ ہجری کی قومی میٹی کے چیئرمین، جناب لئے کے، بروہی صاحب  
وفاقی وزیرِ تعلیم، جناب محمد علی خان صاحب  
تاریخی اور ثقافتی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے ڈائریکٹر ڈاکٹر این، لے بلوج صاحب  
مندو بین گرامی اور  
معزز خواتین و حضرات!

السلام علیکم - عالموں، فاضلوں اور وانشوروں سے مزین اس قومی کانفرنس کا افتتاح  
میرے لئے عزت اور خوشی کا باعث ہے۔ میں اسے بہت بڑی سعادت سمجھتا ہوں کہ ہم پاکستان  
میں پندرہویں صدی ہجری کی تقریبات منعقد کرنے کے اہل ہوئے ہیں۔ یہ قومی کانفرنس سلسلے

کی ایک کرمی ہے جس کا اہتمام نیشنل انٹریٹ ٹیوٹ آف ہسٹاریکل اینڈ کلچرل ریسرچ نے کیا ہے۔ اس کانفرنس کا جو موضوع "عالم اسلام — دور حاضر میں" منتخب کیا گیا ہے، وہ جتنا وسیع ہے اتنا ہی اہم بھی ہے۔ مجھے امید ہے کہ مختلف اسکالر اور دانشوار اس موضوع کے تمام پہلوؤں کا مفصل جائزہ لیں گے اور ان پر سیر حاصل روشنی ڈالیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کانفرنس میں پڑھے گئے مقالوں کو نہ صرف کتابی شکل میں محفوظ کیا جائے بلکہ کانفرنس کے آخر میں خاص خاص نکات، تجاویز یا سفارشات کی شکل میں مرتب بھی کئے جائیں تاکہ ان سے استفادہ کیا جاسکے۔

میں دور حاضر میں عالم اسلام پر نظر ڈالتا ہوں تو میرے ذہن میں بیک وقت دو طرح کی تصویریں ابھرتی ہیں۔ ایک طرف مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ رُشد و ہدایت کی جو روشنی چودہ سو سال پہلے عرب کے ایک لق و دلق صحراء سے پھوٹی تھی وہ آج کرۂ ارضی کے تقریباً تمام حصوں کو منور کر چکی ہے۔ بہت سے مسلمان سیاسی آزادی حاصل کرنے کے بعد اپنے اپنے ملکوں کی محفوظ چار دیواری ہیں عزت و فقار کی زندگی بس کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے عالم اسلام کو طرح طرح کے وسائل سے مالا مال کیا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آج عالم اسلام ایک نئے شعور، ایک نئے جذبے اور ایک نئی تحریک سے آشنا ہو چکا ہے اور وہ عالمی برادری میں اپنا مؤثر اور مثبت کردار ادا کرنے

کے لئے کوشش ہے۔

دورِ حاضر میں عالمِ اسلام کی تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ آج بھی بہت سے مسلمان اپنے بنیادی حقوق سے محروم اور اپنی منزل سے دور ہیں۔ کہیں وہ حقِ خود ارادیت کو ترس رہے ہیں اور کہیں وہ سیاسی اور معاشری سامراجیت کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں۔ کہیں انہیں اپنے وطن سے نکال کر بے گھر کر دیا گیا ہے اور کہیں خلافِ مرضی ان پر ناپسندیدہ حکومت ٹھونس دی گئی ہے۔ اسی طرح تمام مسلمان ممالک کو صحیح معنوں میں متعدد کرنے اور ان کی جملہ وسائل کو مسلمانوں کو اجتماعی بہبود کے لئے بروئے کار لانے کا کام بھی ہنوز تشنہ تکمیل ہے۔ ابھی اقوامِ عالم میں انہیں ایک موثر اور فیصلہ کرنے کی قوت بننے کے لئے بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔

ان دونوں مزخوں پر تقابلی نظر ڈالنے سے میرے ذہن میں جو جمیعی تاثر مرتب ہوتا ہے وہ خوشی، امید اور مستقوع کا میابی کا ہے۔ عالمِ اسلام آج جن مسائل سے دوچار ہے وہ ناقابلِ حل نہیں ہیں۔ ہم ان کی اہمیت، ان کے سیاق و سبق اور ان کے اثرات سے بخوبی وقف ہیں۔ ہم اس بات پر پختہ یقین رکھتے ہیں کہ ماضی کی طرح مستقبل میں بھی عالمِ اسلام اپنی شواریوں پر قابو پا کر ترقی اور تابنا کے ایک نئے دور میں داخل ہو جائے گا اور پندرھوں صدی ہجری

مسلمانوں کو اگر اوجِ ثریا پر نہیں تو کم از کم ایک قابلِ قدر اور قابلِ رشک مقام پر دیکھ سکے گی۔

انشار اللہ بشر طیکہ ہم اپنے فرانس کو پہچانیں اور اپنی صلاحیتوں کو صحیح طور پر برائے کار لائیں۔

میرے خیال میں ہمیں جن شعبوں پر خاص طور پر توجہ دینی چاہئے وہ تین ہیں۔ پہلا شعبہ

اخلاقی اخطاط کا ہے جہاں ہمیں روزمرہ زندگی میں مسلمانوں کے قول و فعل میں تضاد نظر آتا ہے، زیادہ

سے زیادہ لوگ "نادیت" کی دوڑ میں سرگرم عمل دکھائی دیتے ہیں۔ ذاتی مفاد کو ملکی اور ملی مفاد سے برتر

سمجنے کا رجحان بڑھنا جا رہا ہے۔ گویا مجموعی طور پر اس دنیا کو آخرت پر مقدم سمجھنے کے آثار پیدا

ہو رہے ہیں۔ حالانکہ خود قرآن حکیم میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے اور واضح الفاظ میں کہا گیا ہے.....

"مگر تم لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے" اس ارشادِ الٰہی

کی روشنی میں اپنی ترجیحات کو درست کرنے اور گمراہی کے راستے کو ترک کرنے کی ضرورت ہے اور

میرے خیال میں اس کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنے ایمان کو مضبوط بنائیں۔ اللہ کی رسی

کو مضبوطی سے پکڑیں اور اپنے ہر عمل کے لئے اپنے آپ کو جواب دہ سمجھیں۔ قوتِ ایمان پر زور دینے کی

وجہ میرا یہ یقین ہے کہ مضبوط ایمان والے شخص کے اعمال کبھی کمزور یا لکھٹیا نہیں ہو سکتے۔ مثلاً اس ہال

میں موجود اگر ہر فرد کو یہ یقین ہو کر میں نے جھوٹ بولاتا تو یہ چھت میرے سر پر گر کر مجھے کچل دے گی تو

میں دعویٰ سے کہ سکتا ہوں کہ اس چھٹت کے نیچے بیٹھا ہوا کوئی شخص جھوٹ نہیں بوے گا۔ لیکن اس کے باوجود اگر کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ذہن میں کہیں نہ کہیں "شک" کا کیزرا اپنا گھر بنا چکا ہے جو اسے یہ باور کرانے کی کوشش کرتا رہتا ہے کہ ممکن ہے جھوٹ بولنے سے چھٹت نہ گرے، لہذا سب سے پہلے ہمیں اپنے اپنے ذہن کے جالوں کو "شک" کے ان کیڑوں سے پاک کرنا ہو گا اور جب ہمارے ذہن پاک و صاف ہو جائیں گے تو انشاء اللہ ہمارے اعمال خود بخود درست ہو جائیں گے۔

دوسرा مسئلہ نظریاتی چیلنج کا ہے۔ بعض قومیں جو اسلامی نظریہ حیات پر ایمان نہیں رکھتیں نظامِ آرام و آسائش کی زندگی بس رکھ رہی ہیں ان کا زنگ دبو اور ان کی آب و تاب ہم میں سے بعض لوگوں کے لئے بڑی کشش رکھتی ہے۔ بعض لوگ یہ چار روزہ زندگی زاہدِ حشک کی طرح بحر کرنے کی بجائے آرام و آسائش سے گزارنا چاہتے ہیں۔ انہیں یہ باور کرانے کی ضرورت ہے کہ اسلام کشادگی نزق کا مخالف نہیں۔ اسلام جدید ترقی اور خوشحالی کی راہ میں حائل نہیں۔ اسلام صرف اصراف اور عیش و عشرت کی ممانعت کرتا ہے۔ آرام و آسائش سے زندگی بس رکھنے سے منع نہیں کرتا۔ مسلمان اور غیر مسلمان کے تصورِ ترقی میں بسیاری فرق یہ ہے کہ

مسلمان دوسرے تمام کاموں کی طرح ترقی کے عمل کو بھی ایک اعلیٰ ترو بالا تر نظم کے تابع سمجھتا ہے جب کہ غیر مسلم ترقی برائے ترقی اور خوشحالی برائے خوشحالی کو مقصد حیات بنالیتتا ہے۔ میں کسی کے نظریہ حیات کو تنقید کا ہدف بنانا نہیں چاہتا لیکن یہ ضرور واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ جہاں ترقی برائے ترقی کا تصور رائج ہے وہاں انسان ایک عجیب کشمکش کا شکار ہو چکا ہے۔ سائنسی ترقی نے اس کی ذہنی طنا بیں کھینچ کر رکھ دی ہیں۔ روزمرہ زندگی پر اخلاقی اقدار کی گرفت کمزور ہوتی جا رہی ہے اور انسانی ذہن اضطراب، پریشانی اور وسوسوں کا شکار ہو چکا ہے، اسے روحانی سکون اور ذہنی راحت کی طلب اور تلاش ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح چودہ سو سال پہلے اسلام نے انسانی برادری کو ایک اور طرح کے بھر ان اخطاط سے نکالا تھا اسی طرح وہ دُورِ حاضر کے پریشان خاطر انسان کو بھی امن و سکون کی راہ دکھا سکتا ہے۔ ہمیں بھیتیت مسلمان جوبات عملی طور پر واضح کرنی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی اور تحریر کائنات کی کوششوں کی حمایت کرتا ہے اور وہ ان تمام کوششوں کو ایک اعلیٰ تر روحانی اور اخلاقی ضابطے کے تابع سمجھتا ہے تاکہ انسان انسان کا استحصال نہ کر سکے تاکہ مخلوق اپنے خالق کی نافرمانی نہ کر سکے تاکہ انسان مادی ترقی کی

تاریک را ہوں میں گم ہونے کی بجائے اپنی تخلیق کے بنیادی مقصد کی تکمیل کر سکے۔

اس عظیم مقصد کی طرف پیش قدمی کرنے سے پہلے ہمیں اپنے گرد و پیش کے حالات کا جائزہ لینا ہوگا اور فوری نوعیت کے بعض بنیادی مسائل کو حل کرنا ہوگا۔ اس سلسلے میں ہمیں سب سے زیادہ توجہ جس کام پر دینا ہوگی وہ فروعِ تعلیم ہے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں اسلام میں تعلیمِ محض ایک سہولت نہیں جس سے ضرورت کے مطابق استفادہ کیا جائے بلکہ یہ فرض ہے، دونوں مردوں اور عورتوں کے لئے، جس کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔ کہیں یہ حکم ہوا ہے کہ مہد سے لحد تک علم حاصل کرو اور کہیں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ حصولِ علم کے لئے دُور دراز علاقوں تک سفر کرنے سے بھی گریز نہ کرو۔ ایک طرف ان احکامات کو دیکھئے اور دوسری طرف عملی زندگی پر نظر ڈال لئے۔ بڑے دکھ کا مقام ہے کہ آج جب ترقی یافتہ ممالک چاند تاروں پر کندیں ڈال رہے ہیں۔ عالم اسلام کے اکثر ممالک کی اکثر آبادی بنیادی تعلیم سے محروم ہے۔ آج بھی بعض ایسے مسلمان ممالک موجود ہیں جہاں تعلیم کی شرح صرف پانچ یا سات فیصد ہے خود پاکستان میں تعلیم یافتہ افراد کی تعداد کل آبادی کی صرف ایک چوتھائی ہے۔ جب تک ہم جہالت کے اس پر دے کوچاک نہیں کریں گے۔

بہم آئندہ صدی ہجری میں ترقی کے کسی اور منصوبے کو شرمندہ تعبیر نہیں کر سکیں گے۔

تیسرا شعبہ جس کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں اس کا تعلق ابلاغِ عامہ کے ذرائع سے ہے۔

آج صورت حال یہ ہے کہ ابلاغِ عامہ کے معروف ذرائع پر زیادہ تر غیر مسلموں کا قبضہ ہے۔

جس کے دونقصان ہو رہے ہیں۔ ایک یہ کہ ایک مسلمان ملک کو دوسرے مسلمان ملک کی

صحیح صورتِ حال کا علم نہیں ہوتا۔ ان کے درمیان عوام کی سطح پر معلومات کا جو تبادلہ ہوتا

ہے وہ عموماً تعصیٰ کی آمیزش سے پاک نہیں ہوتا کیونکہ جن ذرائع سے یہ معلومات ایک

مسلمان ملک سے دوسرے مسلمان ملک تک پہنچتی ہیں ان کا کنٹرول ایسے افراد کے لاتھوں

میں ہے جو مسلمانوں کو باہم تحدیکھانا نہیں چاہتے۔ دوسرا نقصان یہ ہو رہا ہے کہ مسلمان

مالک کی جو خبریں غیر مسلم ممالک تک پہنچتی ہیں وہ بھی عموماً منع شدہ ہوتی ہیں، اگر ایک

مسلمان ملک اپنے نظریٰ حیات کو عملی زندگی میں نافذ کرنے کیلئے چند اقدامات کرتا ہے تو غیر

مالک میں صرف اس کے منفی پہلو مثلاً سنگاری، قطع ید اور کوڑے مارنے کی اطلاعات

پہنچتی ہیں۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ ابلاغِ عامہ کے شعبے میں بیک وقت روحاں از دل

پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک یہ کہ اسلام کے متعلق غیر مسلم ممالک میں جو غلط فہمیاں پائی

جاتی ہیں انہیں دور کیا جاتے، اسلام کو ایک ترقی پسند اور رفاقتی مذہب کے طور پر پیش کیا جائے اور انہیں یقین دلایا جاتے کہ پندرھویں صدی ہجری کے آغاز میں احیائے اسلام کا مقصد صلیبی جنگوں کے ذریعہ کوتا زہ کرنا نہیں بلکہ اس کثرۂ ارضی پر بننے والی بُنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کیلئے کام کرنا ہے۔ دوسرا معاذ عالم اسلام کا ہے جہاں ایک اسلامی ملک کے بارے میں دوسرے اسلامی ملک تک صحیح اور مستند معلومات پہنچانے کی ضرورت ہے تاکہ وہ نہ صرف ایک دوسرے کے حالات سے باخبر رہ سکیں بلکہ باہمی معلومات کے ذریعے ایک دوسرے کے قریب بھی آ سکیں۔

معزز خواتین و حضرات! علم اسلام کے متعلق تین بنیادی باتوں پر انہمار غیال کے بعد آخر میں میں نئی نسل کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں جس نے پندرھویں صدی ہجری میں نہ صرف قیادت کے فرائض سنھالنے ہیں بلکہ آئندہ کی قیادت کے لئے راہیں بھی متعین کرنی ہیں۔ انتہ تعالیٰ کے فضل سے آج اکٹھ پاکستانی نوجوانوں میں اسلام کے لئے قابلِ رشک حد تک محبت اور ولولہ پایا جاتا ہے اگر ان کی صحیح تربیت اور رہنمائی کی گئی تو مجھے یقین ہے کہ وہ دوڑھا فریں عالم اسلام کو درپیش نظر یا قیچیخ کا ذلت کر مقابلہ کریں گے۔ اخلاقی انحطاط کا اسد بابر گریں گے اور

نظام اسلام پر مبنی معاشرے کو مفبوط بنیادوں پر استوار کریں گے۔ مجھے معلوم ہے کہ ہمارے ہاں بعض لوگ جن میں نوجوان بھی شامل ہیں، غیر اسلامی نظریات کی طرف راغب ہیں۔ ان کی وفاداریاں دین اسلام اور نظریہ اسلام کی بجائے کہیں اور ہیں، یہ عناصر نفرت کے نہیں ہمدردی کے لائق ہیں۔ میرے خیال میں ان کی گمراہی کی وجہ یہ نہیں کہ کوئی بہتر اور زیادہ صحت مند نظریہ حیات دریافت ہو گیا ہے بلکہ اس کا اصل سبب یہ ہے کہ وہ اسلام کی ماہیت، اس کی افادت اور اس کی عظمت سے ناواقف ہیں۔ انہیں صحیح راہ دکھانے اور راہ راست پر لانے کی ضرورت ہے، اس سلسلے میں اساتذہ والدین اور ابلاغِ عام کے ذرائعِ نہایت مفید کردار ادا کر سکتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ ان کی کوششیں رائیگاں نہیں جائیں گی۔

اپنی تجربات اور اپنی توقعات کی بنیاد پر میں کہہ سکتا ہوں کہ انشا راشد آئندہ صدی ہجری نئی نسل کی صدی ہوگی۔ آئندہ صدی ہجری سائنس اور میکنالوجی کی صدی ہوگی، آئندہ صدی ہجری ایجاد اسلام اور فردوغ اسلام کی صدی ہوگی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آئندہ صدی ہجری انشا اللہ بنی نویں انسان کی ترقی، خوشحالی اور سخاات کی صدی ہوگی۔

میں ان الفاظ کے ساتھ پندرھویں صدی ہجری سے متعلق اس قومی کانفرنس کا افتتاح کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کانفرنس کو ہر لحاظ سے کامیاب فرمائے۔ مجھے یقین ہے کہ جناب اے، کے بروہی کی رہنمائی میں اس طرح کی مزید کئی کامیاب تقریبات ہوں گی۔  
اللہ تعالیٰ انہیں دینِ اسلام کی خدمت کا زیادہ سے زیادہ موقع دے۔ آئین

پاکستان زندہ باد



شائع کرده: وزارت اطلاعات و نشریات  
ملکه نعم و مطبوعات  
اسلام آباد

طبع: خورشید پرنظر زمینه، اسلام آباد